وآلہٖ وسلم نے اُن کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لئے بوجھ بننا۔

غرض بچپن کی تربیت ہی ہوتی ہے جو انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: **ما من مولودٍ الّا یُولد علی الفطرۃ فابواہ یھوّ دانہٖ اوینصرّ انہٖ اویمجّسانہٖ** (بخاری ومسلم) کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اُسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہوجاتا ہے تو ماں باپ اُسے گرجا میں لیجا کر عیسائی بناتے ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور انکی باتیں سُن کر وہی بنتا ہے جو اسکے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کریگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہئے خود بڑے ہوکر احمدی ہوجائیں گے۔ مَیں کہتا ہوں اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب تو ہوسکتا ہے کہ جب وہ بڑا ہوکر احمدیت کے متعلق سُنے تو احمدی ہوجائے لیکن جب اور آوازیں اس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سُنے گا۔ اگر فرشتے اُسے اپنی بات نہیں سُنائیں گے تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کان میں نہ پڑیں گی تو بد پڑیں گی اور وہ بد ہوجائیگا۔

پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں تو جس طرح سگریشن کمپ ہوتا ہے اُس طرح بناؤ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری دُور کر دو تا کہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔

تربیت کے طریق

اب مَیں تربیت کے طریق بتاتا ہوں:

(ا) بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلے تربیت اذان ہے۔ جس کے متعلق پہلے بتا چکا

ہوں۔

(۲) یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کر دیا جائے۔شاید بعض لوگ یہ کہیں یہ کام تو عورتوں کا ہے۔ یہ صحیح ہے مگر پہلے مَردوں میں یہ خیال پیدا ہوگا تو پھر عورتوں میں ہوگا۔ پس مردوں کا کام ہے کہ عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں کہ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئینگے۔ مگر دیکھا گیا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔مجلس میں اگر بچہ کو پاخانہ آئے تو کپڑے پر پھرا کر عورتیں کپڑا بغل میں دبا لیتی ہیں۔اور قادیان کے اردگرد کی دیہاتی عورتوں کو تو دیکھا ہے، جوتی میں پاخانہ پھرا کر ادھر اُدھر پھینک دیتی ہیں۔ جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا تو باطنی صفائی کس طرح ہوگی؟ لیکن اگر بچہ ظاہر میں صاف ہو تو اس کا اثر اس کے باطن پر پڑے گا اور اس کا باطن بھی پاک ہوگا۔ کیونکہ غلاظت کی وجہ سے جو گناہ پیدا ہوتے ہیں اُن سے بچا رہے گا۔ یہ بات طبّ کے رو سے ثابت ہوگئی ہے کہ بچہ میں پہلے گناہ غلاظت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب بچہ کا اندام نہانی صاف نہ ہو تو بچہ اسے کھجلاتا ہے۔ اِس سے وہ مزا محسوس کرتا اور اس طرح اُسے شہوانی قوت کا احساس ہو جاتا ہے۔ اگر بچہ کو صاف رکھا جائے اور جوں جوں وہ بڑا ہو اُسے بتایا جائے کہ ان مقامات کو صفائی کے لئے دھونا ضروری ہوتا ہے، تو وہ شہوانی بُرائیوں سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ تربیت بھی پہلے دن سے شروع ہونی چاہئے۔

(۳) غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہئے۔ اس سے بچہ میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ چوری، لوٹ کھسوٹ وغیرہ بہت سی برائیاں جو اہشات کو نہ دبانے کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسے انسان میں جذبات پر قابو رکھنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب بچہ رویا ماں نے اسی وقت دودھ دے دیا۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہئے۔ اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ وقت پر کھانا دیا جائے۔ اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں (۱) پابندی وقت کا احساس (۲) خواہش کو دبانا (۳) صحت (۴) مل کر کام کرنیکی عادت ہوتی ہے۔

کیونکہ ایسے بچوں میں خودغرضی اور نفسانیت نہ ہوگی۔ جبکہ وہ سب کے سب ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے۔(۵) اسراف کی عادت نہ ہوگی۔ جو بچہ ہر وقت کھانے کی چیزیں لیتا رہتا ہے وہ ان میں سے کچھ ضائع کریگا، کچھ کھائیگا لیکن اگر مقررہ وقت پر مقررہ مقدار میں اسے کھانے کی چیز دی جائیگی تو وہ اس میں سے کچھ ضائع نہیں کریگا۔ پس اس طرح بچہ میں تھوڑی چیز استعمال کرنے اور اسی سے خواہش کے پورا کرنے کی عادت ہوگی (۶) لالچ کا مقابلہ کرنے کی عادت ہوگی۔ مثلاً بازار میں چلتے ہوئے بچہ ایک چیز دیکھ کر کہتا ہے۔ یہ لینی ہے۔ اگر اُس وقت اُسے نہ لیکر دی جائے تو وہ اپنی خواہش کو دبا لیگا۔ اور پھر بڑا ہونے پر کئی دفعہ دل میں پیدا شدہ لالچ کا مقابلہ کرنے کی اس کو عادت ہو جائے گی۔

اسی طرح گھر میں چیز پڑی ہو اور بچہ مانگے تو کہہ دینا چاہئے کہ کھانے کے وقت پر ملے گی۔ اس سے بھی اس میں یہ قوت پیدا ہو جائیگی کہ نفس کو دبا سکیگا۔

زمیندار گنے، مولی، گاجر، گُڑ وغیرہ کے متعلق اسی طرح کر سکتے ہیں۔

(۴) بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ یہ اسکی صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسکے اعضاء میں وقت کی پابندی کی حِس پیدا ہو جاتی ہے۔ وقت مقررہ پر پاخانہ پھرنے سے انتڑیوں کو عادت ہو جاتی ہے اور پھر مقررہ وقت پر ہی پاخانہ آتا ہے۔ یورپ میں تو بعض لوگ حاجت سے وقت بتا دیتے ہیں۔ کہ اب یہ وقت ہوگا۔ کیونکہ مقررہ وقت پر انہیں پاخانہ کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ تو بچہ کے لئے یہ بہت ضروری بات ہے۔ وقت پر کام کرنے والے بچہ میں نماز، روزہ کی پختہ عادت پیدا ہو جاتی ہے اور قومی کاموں کو پیچھے ڈالنے کی عادت نہیں پیدا ہوتی۔ علاوہ ازیں بے جا جوش دب جاتے ہیں۔ کیونکہ بے جا جوش کا ایک بڑا سبب بے وقت کام کرنیکی عادت ہے خصوصاً بے وقت کھانا کھانا۔ مثلاً بچہ کھیل کود میں مشغول ہوا۔ وقت پر ماں نے کھانا کھانے کے لئے بُلایا مگر نہ آیا۔ پھر جب آیا تو ماں نے کہا ٹھہرو کھانا گرم کردوں۔ چونکہ اسے اُس وقت بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے اس لئے وہ روتا چلاتا اور بے جا جوش ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ اُسی وقت کھانے کے لئے آتا ہے جب اس سے بھوک دبائی نہیں

جاتی۔اوراس سے نہات شور کرتا ہے۔

(۵) اسی طرح غذا اندازہ کے مطابق دی جائے۔اس سے قناعت پیدا ہوتی اور حرص دور ہوتی ہے۔

(۶) قِسم قِسم کی خوراک دی جائے، گوشت، ترکاریاں اور پھل دیئے جائیں کیونکہ غذاؤں سے بھی مختلف اقسام کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔پس مختلف اخلاق کے لئے مختلف غذاؤں کا دیا جانا ضروری ہے۔ہاں بچپن میں گوشت کم اور ترکاریاں زیادہ ہونی چاہئیں۔کیونکہ گوشت ہیجان پیدا کرتا ہے اور بچپن کے زمانہ میں ہیجان کم ہونا چاہیئے۔

(۷) جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہیئے۔مثلاً یہ کہ فلاں برتن اُٹھالاؤ۔ یہ چیز وہاں رکھ آؤ۔ یہ چیز فلاں کو دے آؤ۔اِسی قسم کے اور کام کرانے چاہئیں ہاں ایک وقت تک اسے اپنے طور پر کھیلنے کی بھی اجازت دینی چاہیئے۔

(۸) بچہ کو عادت ڈالنی چاہیئے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔مثلاً چیز سامنے ہو اور اُسے کہا جائے ابھی نہیں ملے گی۔فلاں وقت ملیگی ۔یہ نہیں کہ چھپا دی جائے۔کیونکہ اِس نمونہ کو دیکھ کر وہ بھی اسی طرح کریگا۔اور اس میں چوری کی عادت پیدا ہو جائیگی۔

(۹) بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی بُرائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں۔اس سے اس میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۱۰) ماں باپ کو چاہیئے کہ ایثار سے کام لیں۔مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اُس نے نہیں کھانی تو وہ بھی نہ کھائیں اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اُسے کہیں کہ تم نے نہیں کھانی اس لئے ہم بھی نہیں کھاتے۔اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہوگی۔

(۱۱) بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ بُزدلی، خودغرضی، چڑچڑاہٹ جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی بُرائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو بُلا بُلا کر پاس بٹھاتے ہیں۔لیکن کئی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی اُن

کے پاس سے گذرے تو کہہ اٹھتے ہیں ۔ارے دیکھتا نہیں، اندھا ہو گیا ہے۔ یہ خرابی لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ بیماری میں بیمار کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے وہ آرام پانا اپنا حق سمجھ لیتا ہے۔اور ہر وقت آرام چاہتا ہے۔

(۱۲) بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سُنانی چاہئیں۔ اِس سے اُن میں بُزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے انسان بڑے ہو کر بہادری کے کام نہیں کر سکتے۔ اگر بچہ میں بُزدلی پیدا ہو جائے تو اُسے بہادری کی کہانیاں سُنانی چاہئیں۔اور بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہیئے۔

(۱۳) بچہ کو اپنے دوست خود نہ چُننے دیئے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔اس میں ماں باپ کو بھی یہ فائدہ ہو گا کہ وہ دیکھیں گے کِن کے بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔دوسرے ایک دوسرے سے تعاون شروع ہو جائیگا۔ کیونکہ جب خود ماں باپ بچہ سے کہیں گے کہ فلاں بچوں سے کھیلا کرو تو اس طرح ان بچوں کے اخلاق کی نگرانی بھی کریں گے۔

(۱۴) بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں تا کہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک باپ کے دو بیٹے تھے۔اس نے دونوں کو بُلا کر اُن میں سے ایک کو سیب دیا اور کہا کہ بانٹ کر کھا لو۔ جب وہ سیب لیکر چلنے لگا تو باپ نے کہا جانتے ہو کس طرح بانٹنا ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ باپ نے کہا۔ جو بانٹے وہ تھوڑا لے۔ اور دوسرے کو زیادہ دے۔ یہ سُنکر لڑکے نے کہا پھر دوسرے کو دیں کہ وہ بانٹے۔ معلوم ہوتا ہے اُس لڑکے میں پہلے ہی بُری عادت پڑ چکی تھی لیکن ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس امر کو سمجھتا تھا کہ اگر ذمہ واری مجھ پر پڑی تو مجھے دوسرے کو اپنے پر مقدم کرنا پڑیگا۔اس عادت کے لئے بعض کھیلیں نہایت مفید ہیں جیسے کہ فٹ بال وغیرہ۔

مگر کھیل میں بھی دیکھنا چاہیے کہ کوئی بُری عادت نہ پڑے۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچے کی تائید کرتے ہیں اور دوسرے کے بچہ کو اپنے بچہ کی بات ماننے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔اس طرح بچہ کو اپنی بات منوانے کی ضد پڑ جاتی ہے۔

(۱۵) بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا نکتہ فرمایا ہے کہ بچہ کو گالیاں نہ دو کیونکہ گالیاں دینے پر فرشتے کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔

اِس کا یہ مطلب ہے کہ فرشتے اعمال کے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ جب بچہ کو کہا جاتا ہے کہ تو بد ہے تو وہ اپنے ذہن میں یہ نقشہ جما لیتا ہے کہ مَیں بد ہوں اور پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ پس بچہ کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں بلکہ اچھے اخلاق سکھانے چاہئیں اور بچہ کی تعریف کرنی چاہیئے۔

آج صبح میری لڑکی پیسہ مانگنے آئی۔ جب مَیں نے پیسہ دیا تو بایاں ہاتھ کیا۔ مَیں نے کہا یہ تو ٹھیک نہیں۔ کہنے لگی ہاں غلطی ہے پھر نہیں کرونگی۔ اسے غلطی کا احساس کرانے سے فوراً احساس ہو گیا۔

(۱۶) بچہ میں ضِد کی عادت نہیں پیدا ہونے دینی چاہئے۔ اگر بچہ کسی بات پر ضد کرے تو اسکا علاج یہ ہے کہ کسی اور کام میں اُسے لگا دیا جائے اور ضد کی وجہ معلوم کر کے اُسے دور کیا جائے۔

(۱۷) بچہ سے ادب سے کلام کرنی چاہئے۔ بچہ نقّال ہوتا ہے۔ اگر تم اُسے تو کہہ کر مخاطب کرو گے۔ تو وہ بھی تو کہے گا۔

(۱۸) بچہ کے سامنے جھوٹ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لیگا۔ عام طور پر ماں باپ بچہ کو جھوٹ بولنا سکھاتے ہیں۔ ماں نے بچہ کے سامنے کوئی کام کیا ہوتا ہے مگر جب باپ پوچھتا ہے تو کہہ دیتی ہے مَیں نے نہیں کیا۔ اس سے بچہ میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کی غیر موجودگی میں ماں باپ یہ کام کریں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو ہر وقت اِن عیبوں سے نہیں بچ سکتے وہ کم سے کم بچوں کے سامنے ایسے فعل نہ کریں۔ تا مرض آگے نسل کو بھی مبتلا نہ کرے۔

(۱۹) بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔ نشوں سے بچہ کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اس وجہ سے جھوٹ کی بھی عادت پیدا ہوتی ہے اور نشہ پینے والا اندھا دُھند تقلید کا عادی ہو جاتا

ہے۔ایک شخص حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا وہ ایک دفعہ ایک لڑکے کو لے آیا اور کہتا تھا۔ اِسے بھی مَیں اپنے جیسا ہی بنا لونگا۔ وہ نشہ وغیرہ پیتا اور مذہب سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ حضرت خلیفۂ اوّلؓ نے اُسے کہا تم تو خراب ہو چکے ہو اِسے کیوں خراب کرتے ہو۔مگر وہ باز نہ آیا۔ایک موقعہ پر آپ نے اُس لڑکے کو اپنے پاس بُلایا اور اُسے سمجھایا کہ تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔اس کے ساتھ پھرتے ہو۔کوئی کام سیکھو۔آپ کے سمجھانے سے وہ لڑکا اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔مگر کچھ مدّت کے بعد وہ ایک اور لڑکا لے آیا۔اور آ کر حضرت خلیفہ اوّلؓ سے کہنے لگا۔اَب اِسے خراب کرو تو جانوں۔اُس کے نزدیک یہی خراب کرنا تھا کہ اُس کے قبضہ سے نکال دیا جائے۔ حضرت خلیفۂ اوّلؓ نے بہتیرا اس لڑکے کو سمجھایا اور کہا کہ مجھ سے روپیہ لے لو اور کوئی کام کرو۔مگر اُس نے نہ مانا۔آخر آپ نے اُس شخص سے پوچھا اِسے تم نے کیا کیا ہے تو وہ کہنے لگا۔ اس کو مَیں نشہ پلاتا ہوں اور اس وجہ سے اس میں ہمت ہی نہیں رہی کہ میری تقلید کو چھوڑ سکے۔غرض نشہ سے اقدام کی قوت ماری جاتی ہے۔

جھوٹ سب سے خطرناک مرض ہے کیونکہ اس کے پیدا ہونے کے ذرائع نہایت باریک ہیں اِس مرض سے بچہ کو خاص طور پر بچانا چاہئے۔بعض ایسے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ مرض آپ ہی آپ بچہ میں پیدا ہو جاتا ہے۔مثلاً یہ کہ بچہ کا دماغ نہایت بلند پرواز واقع ہوا ہے وہ جو بات سُنتا ہے آپ ہی اُس کی ایک حقیقت بنا لیتا ہے۔ ہماری ہمشیرہ بچپن میں روز ایک لمبی خواب سُنایا کرتی تھیں۔ہم حیران ہوتے کہ روز اِسے کِس طرح خواب آجاتی ہے۔آخر معلوم ہوا کہ سونے کے وقت جو خیال کرتی تھیں وہ اُسے خواب سمجھ لیتی تھیں۔تو بچہ جو کچھ سوچتا ہے اُسے واقعہ خیال کرنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اُسے جھوٹ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اِس لئے بچہ کو سمجھاتے رہنا چاہئے کہ خیال اور چیز ہے اور واقعہ اور چیز ہے۔اگر خیال کی حقیقت بچہ کے اچھی طرح ذہن نشین کر دی جائے تو بچہ جھوٹ سے بچ سکتا ہے۔

(۲۰) بچوں کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہئے۔

(۲۱) ننگا ہونے سے روکنا چاہئے۔

(۲۲) بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اسکے طریق یہ ہیں:

(۱) اُن کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے (۲) اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اس سے اِس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو یہ محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہو گیا ہے جسکی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے ہمدردی کر رہے ہیں۔ اور اُسے سمجھانا چاہئے کہ دیکھو اِس غلطی سے یہ نقصان ہو گیا ہے۔ (۳) آیندہ غلطی سے بچانے کے لئے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔ مثلاً بچہ سے جو نقصان ہوا ہو وہ اس کے سامنے اس کی قیمت وغیرہ ادا کرے اِس سے بچہ میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ نقصان کرنیکا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ کفارہ نہایت گندہ عقیدہ ہے مگر میرے نزدیک بچہ کی اِس طرح تربیت کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ (۴) بچہ کو سرزنش الگ لیجا کر کرنی چاہئے۔

(۲۳) بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہئے۔ اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں:

(۱) صدقہ دینے کی عادت۔ (۲) کفایت شعاری۔ (۳) رشتہ داروں کی امداد کرنا۔ مثلاً بچہ کے پاس تین پیسے ہوں تو اُسے کہا جائے ایک پیسہ کی کوئی چیز لاؤ اور دوسرے بچوں کے ساتھ ملکر کھاؤ۔ ایک پیسہ کا کوئی کھلونا خریدلو۔ اور ایک پیسہ صدقہ میں دے دو۔

(۲۴) اِسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو۔ مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے۔ یہ تم سب بچوں کا ہے۔ سب اس کے ساتھ کھیلو۔ اور کوئی خراب نہ کرے۔ اِس طرح قومی مال کی حفاظت پیدا ہوتی ہے۔

(۲۵) بچہ کو آداب وقواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہئے۔

(۲۶) بچہ کی ورزش کا بھی اور اُسے جفاکش بنانے کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاحِ نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔

اخلاق اور روحانیت کی جو تعریف میں اوپر بیان کر چکا ہوں اسکے مطابق وہی بچہ تربیت یافتہ کہلائیگا جس میں مندرجہ ذیل باتیں ہوں: (۱) ذاتی طور پر با اخلاق ہو اور اسمیں روحانیت ہو (۲) دوسروں کی ایسا بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ (۳) قانون، سلسلہ کے مطابق چلنے کی قابلیت

رکھتا ہو۔(۴) اللہ تعالیٰ سے خاص محبت رکھتا ہو جو سب محبتوں پر غالب ہو۔

پہلے امر کا معیار یہ ہے کہ (۱) جب بچہ بڑا ہو تو امورِ شرعیہ کی لفظاً وعملاً وعقیدۃً پابندی کرے۔(۲) اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تا آئندہ فتنہ میں نہ پڑے (۳) اس کا اپنی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا اور جان بچانے کی قابلیت رکھنا۔ (۴) اپنے اموال و جائیداد بچانے کی قابلیت کا ہونا اور اسکے لئے کوشش کرنا۔

دوسرے امر کا معیار یہ ہے: (۱) اخلاق کا اچھا نمونہ پیش کرے۔(۲) دوسروں کی تربیت اور تبلیغ میں حصہ لے۔ (۳) اپنے ذرائع کو ضائع ہونے نہ دے بلکہ انہیں اچھی طرح استعمال کرے جس سے جماعت و دین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

تیسرے امر یعنی قانونِ سلسلہ کے مطابق چلنے کی طاقت رکھنے کا یہ معیار ہے: (۱) اپنی صحت کا خیال رکھنے والا ہو۔(۲) جماعتی اموال اور حقوق کا محافظ ہو۔(۳) کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔(۴) قومی جزا اور سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔

چوتھے امر کا معیار یہ ہے: (۱) کلام الٰہی کا شوق اور ادب ہو (۲) خدا تعالیٰ کا نام اُسے ہر حالت میں مؤدّب اور ساکن بنادے۔(۲) دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بکلی الگ ہو۔(۴) خدا کی محبت کی علامات اس کے وجود میں پائی جائیں۔

اب بچہ کی تربیت کرنے کے بعد یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ جن میں گناہ پیدا ہو گیا اُن سے کس طرح دور کرایا جائے؟ یہ کل بیان کروں گا۔